جوزف شاخت کا نظریہ خاندانی اسناد اور وضع حدیث

محمود احمد*　　ڈاکٹر احسان الرحمن غوری**

Theory of Family Isnād by Joseph Schacht and the Fabrication of *Ḥadīth*

Abstract

Joseph Schacht is most prominent figure among those orientalists who have studied *Ḥadīth* Literature in detail, and have posts certain theories about authenticity, authority and safe transmission of Ḥadīth literature from the Prophet of Islam's (PBAH) to its compilabor age. Schacht opines that all the traditions are fake and their chain of narrators (*Isnād*) is fabricated. He named it "common link theory". His assumption is that some very renowned early transmitters shoud be held responsible for this fabrication. In this connection, Schacht has proposed that this fabrication of Isnād was done very meticulously by adding the names of family members i.e. from son to father, father to grandfather etc; so that no one can object on its authenticity, Schacht terms this kind of chain of narrators as "Family *Isnād* ". He claims that family Isnād are all spurious. This article is intended to highlight the integrity and authenticity of Family Isnād. Eversince that inception of Islam, there have been numerous antagonistic attacks on primary pillars of Islam, *Ḥadīth* (The tradition of the Prophet (PBAH) being no exception, has been under grave objections from non-Muslims, and even among Muslims too.

Keywords: Orientalism; Ḥadīth; Joseph Schacht.

جوزف شاخت Joseph Schacht حدیث پر کام کرنے والے مستشرقین میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور ان کی تھیوریز سب سے زیادہ مقبول ہوئی ہیں۔ شاخت کا خیال ہے کہ تمام احادیث موضوع اور اسناد بناوٹی ہیں۔ اس کے بقول Common Link مشترک تعلق (راوی) جو روایت وضع کرنے کا ذمہ دار ہے (جو عموماً کبار ائمہ محدثین میں سے کوئی ایک قرار پاتا ہے)۔ وہ عام طور پر اپنی جعل سازی کو پوشیدہ رکھنے اور اس روایت کو مستند باور کروانے کے لیے (اپنی وضع کردہ) سند میں ایسے ناموں کا سلسلہ بیان کرتا ہے جو باہم قریبی تعلق رکھتے ہوں۔ اس راوی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سلسلہ سند متصل اور صحیح معلوم ہو۔ ایسی اسناد عام طور پر باپ سے بیٹا اور پوتا، خالہ، بھانجے اور آقا و غلام کے واسطے سے بیان ہوتی ہیں۔ شاخت کہتا ہے کہ جب ہم ان اسناد کا تجزیہ کرتے ہیں تو ان خاندانی روایات کو جعلی پاتے ہیں اور ہم اس میں حق بجانب ہیں کہ فیملی اسناد کی موجودگی کو استناد کی علامت کے بجائے اسے محفوظ بنانے کی ایک ترکیب کے طور پر تسلیم کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

> There are numerous traditions which claim an additional guarantee of soundness by representing themselves as transmitted amongst members of one family, for instance from father to son (and grandson), from aunt to nephew, or from master to freedman. Whenever we come to analyse them, we find these family traditions spurious, and we are justified in considering the existence of a family isnad not an indication of authenticity but only a device

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب

for securing its appearance.[1]

متعدد روایات ایسی ہیں جو ایک ہی خاندان کے افراد کے درمیان روایت ہونے کی وجہ سے صحت کی اضافی ضمانت کی دعویدار ہیں۔ مثال کے طور پر باپ سے بیٹے (اور پوتے)، خالہ سے بھانجے یا آقا سے آزاد کردہ غلام کی روایات۔ جب ہم ان کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم ان خاندانی روایات کو جعلی پاتے ہیں اور ہم اس بات میں حق بجانب ہیں کہ فیملی اسناد کی موجودگی کو استناد کی علامت کی بجائے اسے محفوظ بنانے کی ایک ترکیب کے طور پر تسلیم کریں۔

شاخت نے اس اصول کے تحت محدثین کے نزدیک سلسلۃ الذھب سمجھی جانے والی مشہور سند "مالکؒ عن نافعؒ عن ابن عمرؓ" کو بھی موضوع قرار دیا ہے۔ نافعؒ چونکہ ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اس لیے (بقول پروفیسر شاخت) اس سند سے مروی تمام روایات فیملی سند ہونے کی وجہ سے موضوع ہیں اور اس وضع کے ذمہ دار نافع ہیں۔

شاخت Schacht کی اتباع میں کئی مستشرقین نے Family Isnad والی روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ پروفیسر شاخت کے ان متبعین میں ایک نمایاں نام Juynboll کا ہے۔ انھوں نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا کہ Common Link جو، یہ سند وضع کرتا تھا وہ ایک خاندان کے افراد کا چناؤ کرتے ہوئے ان میں سے معمروں کا انتخاب کرتا تھا تاکہ ان کا زمانہ بھی مشترک ثابت کیا جاسکے۔ اس نظریہ کو بنیاد بنا کر وہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ احادیثِ موضوعہ محفوظ اور قابل اعتماد بنانے کے لیے ایک خاندان کے افراد پر مشتمل اسناد وضع کرکے ان موضوع روایات کی حمایت میں پھیلائی گئیں تاکہ ان اسناد کی صحت کا یقین کروایا جاسکے۔ معمر کا اختراع اور اس (معمر) کا خونی رشتے یا مولیٰ کی بنیاد پر کسی دوسرے معمر سے واسطہ وضع کرکے کسی صحابی سے جوڑ دیا گیا اور بالآخر اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا گیا۔

"معمر تھیوری"، فیملی اسناد تک محدود نہ رہی بلکہ تمام اسناد پر استعمال ہونے لگی۔ "معمر تھیوری" کا Joseph Schacht کی "مشترک تعلق تھیوری" سے بھی گہرا تعلق ہے۔ جو راوی، معمر کے اختراع کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے اسے جائن بال مشترک تعلق (Common Link) راوی کہتے ہیں:

> Sometimes this mu'ammar was a historical person who claimed to have reached an advanced age, this claim being eagerly emphasized after his death by his pupil, the "common-link", who profited from this age. At other times the mu'ammar was a fictitious person, wholly invented, complete with his allegedly advanced age at death, by the 'common-link" who pretended to have heard his traditons.[2]

بعض اوقات یہ معمر ایک تاریخی شخصیت ہوتا جو لمبی عمر تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی عمر سے مستفید ہوتے ہوئے اس کا شاگرد – مشترک راوی – اس دعویٰ پر سرگرمی سے زور دیتا جو اس عمر سے استفادہ کرتا۔ بعض اوقات معمر جعلی / فرضی شخصیت ہوتا جو مکمل طور پر وضع کیا جاتا، مشترک تعلق جو اس کی روایات سننے کا دعویٰ کرتا، فرضی طور پر لمبی عمر میں اس کی وفات بیان کرتا۔

جائن بال کہتے ہیں کہ منفرد اسناد کی حمایت کی ضرورت کے نتیجے میں:

> We witness the emergence of hordes of traditions, especially supported by single strands with Ibn Mas'ud in the Companion's position, which figure between Ibn Mas'ud and the cls a number of long-lived Successors, who later come to be called mu'ammarun.[3]

روایات کی ایک بہت بڑی تعداد سامنے آتی ہے جو صحابہ میں سے بطور خاص ابن مسعود کی سند واحد سے مروی ہے، ان روایات میں ابن مسعود اور CLs (مشترک راوی) کے درمیان لمبی عمر والے تابعین کی ایک بڑی تعداد ہے جن کو بعد میں معمرون کہا جانے لگا۔

ذیل میں ہم پروفیسر شاخت کی "Family Isnad Theory" کا مختصر جائزہ پیش کریں گے۔ پروفیسر شاخت کا اعتراض یہ ہے کہ نافعؒ چونکہ عبداللہ بن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے لہٰذا یہ سند" فیملی اسناد" ہونے کی وجہ سے موضوع ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> As Nafi' was a freedman of Ibn 'Umar, the isnad Nafi' Ibn Umar is a 'family isnad', a fact which, as we have seen, is generally an indication of the spurious character of the traditions in question. We saw further that Nafi' often alternates with Salim, 'Abdallah b. Dinar, and Zuhri, in other words, that these transmitters of traditions from Ibn 'Umar appear at random. This makes us doubt whether the historical Nafi' is responsible for everything that was ascribed to him in the following generation, and we shall find this doubt confirmed later in this chapter.[4]

جیسا کہ نافع، ابن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے، اسناد، نافع عن ابن عمر ایک فیملی اسناد ہے، جو کہ ایک حقیقت ہے، جیسا کہ ہم مشاہدہ کر چکے ہیں، (یہ) زیر بحث حدیث کے وضعی ہونے کی علامت ہے۔ ہم مزید دیکھتے ہیں کہ نافع اکثر، سالم، عبداللہ بن دینار اور زہری کے ساتھ بدل جاتے ہیں، دوسرے الفاظ میں، یہ راویان حدیث ابن عمر سے اٹکل پچو سے روایت کرتے ہیں۔ یہ بات ہمیں شک میں ڈالتی ہے کہ آیا تاریخی (شخصیت) نافع ہر اس چیز کے ذمہ دار ہیں جو آئندہ نسل میں ان سے منسوب کی گئی اور اس باب میں بعد میں ہم اس شک کی توثیق دیکھیں گے۔

پروفیسر شاخت کا فیملی اسناد کی وجہ سے احادیث کو مشکوک قرار دینا متعدد وجوہ کی بنا پر قابل رد ہے۔

ا۔ فیملی اسناد کا مقصد موضوع احادیث کو صحیح بنا کر پیش کرنا یا من گھڑت اسناد کو ناجائز تحفظ فراہم کرنا نہیں بلکہ اس کی کچھ وجوہات ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ کچھ صحابہ و تابعین جن کے پاس احادیث تحریری شکل میں موجود تھیں وہ ان کی آئندہ نسلوں کو منتقل ہوئیں جنہیں وہ روایت کرتے رہے۔ اس کے برعکس وہ صحابہ جو لکھنا نہیں جانتے تھے ان کی مرویات میں فیملی اسناد بھی موجود نہیں ہیں۔

Nabia Abbott لکھتی ہیں:

> Keeping an eye on the transmitting families that most frequently came to my attention, I discovered first that the over-all success of

such families, as measured by the number of successive generations of transmitters and as roughly gauged by the relative volume of the materials they transmitted, depended on whether or not they were hadith-writing families that preserved their manuscripts and passed them from one generation to the next. It is no accident that the families of Anas ibn Malik and 'Abd Allah ibn'Amr ibn al-'As practically head the list, though exact ranking is difficult. Anas'family had several direct and collateral generations of writers who cherished the documents that had been received by Anas, at least one of which was in the possession of his grandson Thumamah (see p.29) when 'Umar II was seeking original documents preliminary to the codifying of the sunnah by Zuhri. There was also Anas' hadith as he himself wrote it, and he encouraged his family to write down hadith also. Again, the sources are unanimously emphatic that 'Abd Allah ibn'Amr ibn al-As (see p.28) from the start recorded hadith and sunnah, His family isnad covered four generations of writers, and there is some evidence of manuscripts being found (wijadah) after the death of the author, beginning with 'Abd Allah's original sahifah, which was among the family possessions and copies of which were sent to 'Umar II for Zuhri's use. The illiterate Abu Hurairah established no genuine family isnad, but several of his immediate transmitters who recorded his hadith did so. Among these is Marwan ibn al-Hakam, whose family isnad extended to his son 'Abd al-'Aziz to the latter's son 'Umar (see pp. 19-20).[5]

روایت حدیث کرنے والے خاندان جو بکثرت میری توجہ کا مرکز بنے کا مشاہدہ کرتے ہوئے میں نے پہلے جانا کہ ایسے خاندانوں کی مجموعی کامیابی، جیسے کہ راویان کی بعد میں آنے والی نسلوں سے معلوم ہوئی اور جیسے ان کے روایت کردہ مواد (حدیث) کے متعلقہ حصے سے سرسری اندازہ لگایا گیا (اس) کا انحصار اس پر تھا کہ آیا وہ حدیث لکھنے والے خاندان تھے یا نہیں جنھوں نے اپنے مسودات کو محفوظ رکھا اور انہیں اگلی نسلوں کو منتقل کیا۔ یہ حادثاتی طور پر نہیں ہوا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خاندان عملی طور پر سرِ فہرست ہیں، اگرچہ حتمی درجہ بندی مشکل ہے۔ انس رضی اللہ عنہ کے خاندان میں کاتبان (حدیث) کی کئی براہِ راست اور متوازی نسلیں تھیں جنہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے حاصل کردہ صحائف کو عزیز رکھا، کم از کم ان میں سے ایک ان کے پوتے ثمامہ کے پاس تھی جب عمر ثانی زہری کے ذریعے تدوینِ سنت کا آغاز کرنے کے لیے اصل دستاویزات (حدیث) کی تلاش میں تھے۔ انسؓ کی تحریر کردہ حدیث بھی موجود تھی اور انھوں نے احادیث لکھنے کے لیے اپنے خاندان کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ دوبارہ، ماخذ اتفاق رائے سے زور دیتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آغاز سے حدیث و

سنت کو قلم بند کیا۔ ان کی خاندانی اسناد کاتبین کی چار نسلوں پر محیط ہیں اور مصنف کی وفات کے بعد کچھ مسودات ملنے (وجادۃ) کی شہادت بھی ہے عبد اللہ کے اصل صحیفہ سے اس کا آغاز ہوتا ہے جو خاندانی ملکیت میں تھا اور جس کی نقول زہری کے استعمال کے لیے عمر ثانی کو بھیجی گئیں۔ ناخواندہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کوئی اصلی خاندانی اسناد نہیں ہیں لیکن ان کے کئی براہِ راست راویان جنہوں نے ان کی احادیث تحریر کیں انھوں نے ایسا کیا (خاندانی اسناد چھوڑیں) ان میں مروان بن الحکم ہے جس کی خاندانی اسناد اس کے بیٹے عبد العزیز سے ہو کر موخر الذکر کے بیٹے عمر تک جاتی ہیں۔

Nabia Abbott کہتی ہیں کہ زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسی مستثنیات ہو سکتی ہیں جن کی وجہ یہ ہے کہ وہ کافی عرصہ زندہ رہے اور ان کی اولاد اور موالی میں سے کئی بڑے محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور انھوں نے اپنے آپ کو علم الحدیث کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ نیز ممکن ہے کہ بعض فیملی اسناد کی حیثیت مشکوک ہو، تاہم اس بنیاد پر ایسی تمام اسانید کو موضوع تصور کرنے کا کوئی منطقی جواز دکھائی نہیں دیتا۔ بہر حال فیملی اسناد اور انفرادی تحریری ذخیرہ حدیث کا نتیجہ آگے چل کر حدیث و سنت کے وسیع و عریض ذخیرے کی شکل میں سامنے آیا۔

> The development of the family isnad and continuous written transmission lead to the third inescapable conclusion (see pp.36f.), namely that the bulk of the hadith and sunnah as they had developed by about the end of the first century was already written down by someone somewhere, even though comparatively small numbers of memorized traditions were being recited orally.[6]

خاندانی اسناد اور مسلسل تحریری روایات کا ارتقاء تیسرے ناگزیر نتیجے کی طرف لے جاتا ہے،(وہ یہ ہے) کہ حدیث و سنت کا وسیع ذخیرہ جسے وہ پہلی صدی کے اختتام تک ترقی دے چکے تھے پہلے ہی کسی نہ کسی کے پاس کہیں نہ کہیں تحریری شکل میں موجود تھا، اگرچہ مقابلۃً حفظ شدہ روایات کی تھوڑی سی تعداد زبانی بھی روایت کی گئی ہو گی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ذخیرہ حدیث میں کتابت حدیث کے جواز و عدم جواز (دونوں) کے بارے میں روایات ملتی ہیں۔[۷] یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں کچھ لوگ کتابت حدیث کے قائل تھے تو کچھ اس کے خلاف بھی تھے۔ متاخرین بالاتفاق کتابت کے جواز کے قائل ہیں۔ وہ منع کتابت کی روایات کی مختلف توجیہات کرتے ہیں اور دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دیتے ہیں۔[۸] زیادہ تر فیملی اسناد ان راویان کی ہیں جو کتابت حدیث کے جواز کے قائل تھے۔ اس کے برعکس جو محدثین کتابت حدیث کے عدم جواز کے قائل تھے ان کی فیملی اسناد بھی کم ہیں۔[۹]

۲۔ محدثین کے اصولوں کی رو سے سلسلۂ سند میں موجود رواۃ کی ملاقات کا ثبوت موجود ہونا اگرچہ شرط تو نہیں۔ تاہم یہ اس روایت کی اضافی ثقاہت کی ایک علامت ضرور ہے۔ علماء نے صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر افضلیت کا ایک سبب یہ بھی ذکر کیا ہے کہ امام مسلم معنعن والی روایت میں اتصال کے لیے صرف معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں مگر امام بخاری معاصرت کے ساتھ لقاء کو

ضروری قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی راوی کے متعلق ثابت ہو جائے کہ فلاں شیخ سے اس کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی (مثلاً امام مالک ساری عمر مدینۃ میں مقیم رہے کبھی بغداد نہیں گئے اگر بغداد میں مقیم راوی جس نے کبھی مدینۃ کا سفر نہیں کیا، امام مالک سے روایت کرے) تو وہ راوی مجروح قرار پائے گا اور اس کی بیان کردہ روایات موضوع ٹھہریں گی۔ محدثین نے ایسی کئی جعل سازیوں کا سراغ لگایا ہے۔ مثال کے طور پر۔

> یحییٰ بن صالح سے روایت ہے، ہمیں عفیر بن معدان الکلاعی نے بیان کیا: حمص میں ہمارے پاس عمر بن موسیٰ آئے۔ ہم مسجد میں ان کے پاس جمع ہو گئے۔ وہ کہنے لگے: آپ کے شیخ صالح نے مجھ سے حدیث بیان کی، جب بہت زیادہ اس طرح کہنے لگا تو میں نے کہا: یہ ہمارا شیخ صالح کون ہے؟ ہمیں اس کا نام بتایئے تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو جائے۔ اس نے کہا: خالد بن معدان! میں نے کہا: آپ ان سے کہاں ملے تھے؟ کہنے لگا آرمینیہ کی جنگ میں۔ میں نے کہا: اے شیخ اللہ سے ڈرو اور جھوٹ نہ بولو! خالد بن معدان ۱۰۴ھ میں فوت ہو گئے تھے اور آپ کا خیال ہے کہ آپ ان کی وفات سے ۴ سال بعد ان کو ملے تھے، مزید برآں انھوں نے آرمینیہ میں کبھی جنگ نہیں کی، انھوں نے تو روم میں جنگ لڑی تھی۔[۱۰]

۳۔ اصولی بات تو یہ ہے کہ اگر باپ، بیٹا، خالہ، بھانجا اور آقا و غلام دونوں روایت حدیث کے امام ہیں تو وہ یقیناً ان سے روایت کریں گے۔ اگر صورتِ حال اس سے متعارض ہوتی پھر تو اعتراض کی سمجھ آتی تھی کہ باپ بیٹا دونوں معروف و ثقہ راویان ہیں تو بیٹا باپ سے روایت کیوں نہیں کرتا۔ لیکن شاخت اور جائن بال نے عجوبہ کر دکھایا کہ غلام اگر آقا سے روایت کرے تو یہ وضع کی علامت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین کا اصل الاصول یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح، کھینچ تان کر زیادہ سے زیادہ احادیث کو موضوع قرار دیا جائے۔

۴۔ جب کوئی روایت ایسے راوی سے مروی ہو جو اپنے سے اوپر والے راوی کا قریبی رشتہ دار یا تعلق دار ہو اور ان کی باہم لمبی رفاقت رہی ہو تو سادہ اور سیدھی سی بات تو یہی ہے کہ عام روایات سے بھی اس کے صحیح ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ وہ دونوں گونگے، بہرے تو تھے نہیں کہ نہ بولتے ہوں اور نہ ہی سنتے ہوں لیکن مستشرقین اور بطور خاص شاخت ہر بات پر معترض ہوتے ہیں۔ اگر فیملی اسناد سے مرویات بہت کم ہوتیں تو یہ اعتراض ہو جاتا کہ فلاں محدث کے رشتہ داروں نے دوسروں سے روایات کی ہیں اپنے آقا یا قریبی سے روایات کیوں نہیں لیں جیسا کہ بعض مستشرقین کا اعتراض ہے کہ قلیل الصحبت اور بعد میں اسلام لانے والے صحابہ (ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیرہ) کی روایات قدیم الاسلام صحابہ (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ) سے زیادہ کیوں ہیں۔ جب مقصد پہلے سے طے ہو کہ کیڑے نکالنے ہیں تو پھر اس قبیل کے اعتراضات بعید نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ بات طے ہے کہ جب باپ، بیٹا یا آقا و غلام دونوں درس و تدریس حدیث سے وابستہ ہوں گے تو چھوٹا بڑے سے روایات ضرور بیان کرے گا۔ لیکن پروفیسر شاخت کو یہ بھی وضع حدیث کی علامت نظر آتی ہے۔ اگر ہم پروفیسر شاخت کے اس اصول کو درست تسلیم کر لیں تو علوم ماضیہ کا زیادہ تر حصہ باطل ٹھہرتا ہے۔ ڈاکٹر مصطفی اعظمی لکھتے ہیں۔

> If a statement of a father about his son or vice versa, or a wife about

her husband, or a friend about a friend, or a colleague about a colleague is always unacceptable, then on what basis could a biography possibly be written? Early scholars researched this category thoroughly and dismissed suspect isnad and ahadith.[11]

اگر باپ کا اپنے بیٹے سے متعلق یا اس کے برعکس یا بیوی کا اپنے خاوند کے یا دوست کا دوست کے یا شریک کار کا شریک کار کے متعلق بیان ہمیشہ نا قابل قبول ہے تو پھر سیرت نگاری کیونکر ممکن ہے؟ پہلے علماء نے اس قسم کی مکمل طور پر تحقیق کی ہے اور ذرا سے شبہہ پر اسناد اور احادیث کو خارج کر دیا ہے۔

پروفیسر شاخت کی مثال "مالک عن نافع عن ابن عمر" پر ایک نظر

پروفیسر شاخت کے خیال میں کسی بھی روایت میں فیملی اسناد کی موجودگی ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب "The Origins of Muhammadan Jurisprudence" کے پانچویں باب میں اس پر بحث کی ہے۔ مثال کے لیے مشہور سند "مالک عن نافع عن ابن عمر" کا انتخاب کیا گیا ہے جس کی کچھ وجوہات ہیں۔ بطور خاص اس لیے کہ اسے محدثین کے ہاں اگر سب سے بہتر نہیں تو چند بہترین اسناد میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔[۱۲] گویا اس طرح وہ یہ تاثر بھی دینا چاہتے ہیں کہ جب سلسلۃ الذھب سمجھی جانے والی فیملی سند کی یہ حالت ہے تو باقی اسناد پر تو بالکل بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ امام مالک نے اپنی موطا میں اس سند سے ۶۴ روایات درج کی ہیں۔[۱۳] (موطا امام مالک کی کل احادیث ۵۲۷ ہیں) اس سند کو مشکوک باور کروانے سے موطا امام مالک کا بڑا حصہ نا قابل اعتبار ٹھہرتا ہے۔ کتب احادیث میں موطا امام مالک کو جو مقام حاصل ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ ایسا کرنے سے وہ حدیث کی امہات الکتب پر بھی سوالیہ نشان لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نیز امام مالک کا شمار بھی ثقہ ترین اور انتہائی قابل اعتماد محدثین میں ہوتا ہے۔ بڑے بڑے محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ پروفیسر شاخت کے حسن انتخاب یا سوء انتخاب کی داد دینا پڑتی ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت سوچ وبچار کے بعد اس مثال کو منتخب کیا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ ہمہ جہت فوائد حاصل کرتے ہوئے ذخیرۂ حدیث کی بنیادوں کو متزلزل کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اس طرح انہوں نے ایک ہی وار میں بہترین سند، ایک بنیادی اور مستند کتاب اور حدیث کے بہت بڑے امام کو کٹہرے میں لا کھڑا کیا ہے۔ لیکن سوء اتفاق کہ کوئی بھی معقول دلیل ہاتھ نہ آسکنے کی وجہ سے الٹا جگ ہنسائی نصیب ہوئی اور ذخیرۂ حدیث پر ان کے دوسرے اعتراضات کی حقیقت بھی واضح ہوگئی۔ اس قبیل کے اعتراضات ان لوگوں کی آنکھوں سے پردہ ہٹانے میں بھی ان شاء اللہ معاون ثابت ہوں گے جو مستشرقین کی تحقیقات کو معروضی اور سائنسی بنیادوں پر استوار سمجھتے ہیں۔ سطور ذیل میں مختصراً اس کا جائزہ لیا جائے گا اگر تو پروفیسر شاخت کے سب سے اہم اعتراض والی مثال میں وزن ہوا تو فیملی اسناد کی حیثیت مشکوک ہو سکتی ہے اور اگر صورت حال اس کے الٹ ہوئی تو فیملی اسناد سمیت پروفیسر شاخت کی دوسری تمام تھیوریز بھی مشکوک ہوں گی کیونکہ وہ سب باہم مربوط ہیں۔

پروفیسر شاخت مالک عن نافع عن ابن عمر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

But as Nafi' died in A.H.117 or thereabouts, and malik in A.H.179, their association can have taken place, even at the most generous

estimate, only when malik was little more than a boy.[14]

لیکن جیسا کہ نافع کی وفات کم و بیش ۱۱۷ ہجری اور مالک کی ۱۷۹ ہجری ہے (حاشیے میں لکھتے ہیں کہ امام مالک کی تاریخ پیدائش کے متعلق کوئی مستند معلومات نہیں ہیں) اگر انتہائی فیاضی سے بھی اندازہ لگائیں تو ان کی رفاقت اس وقت ہوئی ہوگی جب مالک بلوغت کے قریب تھا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ امام مالک کی تاریخ پیدائش سے متعلق شاخت کا دعویٰ درست نہیں ہے کیونکہ:

۱۔ اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ امام مالک ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں۔ کئی ماخذ میں امام مالک کا سال پیدائش وہ بیان کیا گیا ہے جو صحابی رسول انس بن مالک کا سال وفات (یعنی ۹۳ھ) ہے اس کا مطلب ہے کہ نافع کی وفات کے وقت امام مالک کی عمر ۲۴ سال تھی۔[۱۵]

۲۔ امام مالک کے متعلق روایات میں ہے کہ انھوں نے تقریباً ۱۱۰ھ میں جب حسن بصری کی وفات ہوئی حصول علم حدیث کا آغاز کیا اس کا مطلب ہے کہ وہ اس وقت نوجوان تھے۔[۱۶]

۳۔ شعبہ بیان کرتے ہیں کہ نافع کی وفات کے ایک سال بعد امام مالک کا حلقہ درس قائم ہو گیا تھا۔ جہاں طلباء حصول علم حدیث کے لیے آتے تھے اس کا مطلب ہے کہ امام مالک اس وقت بچے نہیں تھے۔[۱۷]

۴۔ دستیاب ماخذ کی غالب اکثریت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی جب ان کی عمر ۸۶ برس تھی۔[۱۸] اس سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ ان کی پیدائش ۹۳ھ ہے۔

الغرض ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ امام مالک ۲۰ برس کی عمر کے قریب زمانے میں نافع سے ملے ہوں گے بہت سی امہات الکتب میں اس کے کئی قوی شواہد و دلائل موجود ہیں۔[۱۹]

James Robson نے ایسے بیّن دلائل کی وجہ سے ہی شاخت کے مندرجہ بالا اعتراض کی تردید کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

I prefer to believe that such passages indicate that Malik really did meet and hear from Nafi.[20]

میں یہ ماننے کو ترجیح دیتا ہوں کہ ایسے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالک واقعی نافع سے ملے اور سماع کیا ہو گا۔

پروفیسر شاخت کا اس سند پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ نافع اکثر سالم، عبد اللہ بن دینار اور زہری سے بدل جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہی کہ یہ نام اٹکل پچو سے جوڑے جاتے تھے۔ اس طرح وہ امام مالکؒ ور دیگر محدثین پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ راویانِ حدیث، سلسلہ سند میں جو نام بیان کرتے ہیں وہ فرضی ہوتے ہیں۔ سند میں کوئی بھی نام اندازے سے شامل کر دیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ کبھی نافع کی جگہ سالم، کبھی عبد اللہ بن دینار اور کبھی زہری کا نام ڈال دیتے ہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سلسلۂ سند میں راویوں کے ناموں کا تبدیل ہونا وضع حدیث کی بجائے صحت حدیث اور محدثین کے شدید حزم و احتیاط کا ثبوت ہے۔ ہم کہتے ہیں اگر یہ نام اٹکل پچو سے جوڑ دیئے جاتے تھے اور فیملی اسناد کا مقصد ان موضوع اسناد کا دفاع اور اسناد میں پکڑی جانے والی اغلاط سے بچنا تھا تو مندرجہ ذیل اور ان جیسی سینکڑوں دیگر اسناد کی پروفیسر شاخت اور ان کے ہم نوا کیا توجیہ کریں گے؟

۱۔موطا میں "مالک عن نافع عن ابن عمر" کی سند سے حدیث نمبر ۱۹۵-۲۵۸ (۶۴) احادیث آئی ہیں۔جبکہ حدیث نمبر ۲۶۲ میں "مالک عن نافع عن زید بن عبد اللہ ابن عمر عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق عن ام سلمۃ زوج النبی ﷺ" کی سند سے آئی ہے۔[۲۱]

اگر محدثین نے ارادۃً فیملی اسناد وضع کی ہیں اور بقول شاخت مالک عن نافع عن ابن عمر اس کی واضح مثال ہے تو حدیث نمبر ۲۶۲ میں زید کا اضافہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔نیز جب پہلے چونسٹھ احادیث میں عبد اللہ بن عمر بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے رہے ہیں تو اب دوراویان (عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق اور ام سلمۃ) کا اضافہ کیوں کیا گیا؟ اور اگر اضافہ کرنا ہی تھا تو ابن عمر عن ام المومنین حفصہ زیادہ موزوں تھا۔کیونکہ ایک تو یہ فیملی اسناد بن جاتی دوسرا علو اسناد اس پر مستزاد ٹھہرتا۔جبکہ محدثین کے ہاں اس (علو اسناد) کی بہت زیادہ اہمیت بھی مسلّم ہے۔مزید برآں عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق عن ام سلمۃ کی بجائے عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق عن عائشۃ زیادہ مناسب تھا۔

۲۔"مالک حدثنی نافع عن صفیۃ بنت ابی عبید عن عائشۃ وعن حفصۃ امی المومنین"۔[۲۲]

امام مالک نے بہت سی اسناد نافع عن ابن عمر کے واسطے سے بیان کی ہیں۔یہاں نافع عن صفیۃ کیوں کر دیا۔نیز عائشۃ اور حفصۃ دونوں کا نام لینے کی کیا ضرورت تھی؟ایک نام ہی کافی تھا۔

۳۔"مالک عن نافع ان رجلا من الانصار اخبرہ عن ابیہ"[۲۳] اور "مالک عن نافع عن رجل من الانصار عن معاذ بن سعد او سعد بن معاذ ان جاریۃ لکعب بن مالک..."[۲۴]

یہ اور اس طرح کی کئی دوسری اسناد ثقہ محدّثین کی کمال دیانت داری اور اسناد میں موجود ناموں کے حقیقی ہونے کی واضح دلیل ہیں۔وہ اسناد بیان کرنے میں اتنے محتاط تھے کہ جہاں کوئی شبہہ تھا وہ بھی بعینہ بیان کر دیا۔جیسا کہ اوپر والی سند میں عن معاذ بن سعد او سعد بن معاذ سے واضح ہے۔اگر اسناد میں اندازے سے نام ڈال دیئے جاتے تھے تو آج تک کتب حدیث میں ایسی کئی اسناد کیوں موجود ہیں جن میں مجہول الاسم راویان مذکور ہیں؟اگر امام مالک یا کوئی بعد کا راوی (بقول شاخت) غلط طور پر ۶۴ روایات "مالک عن نافع" کی موضوع سند سے بیان کر سکتا تھا۔جبکہ امام مالک کا نافع سے سماع بھی ثابت نہیں تو اس نے ان مجہول الاسم رواۃ کو یونہی کیوں چھوڑ دیا؟خصوصا جبکہ اسناد کو بتدریج بہتر کیا جاتا رہا ہے اور اس میں کبار محدثین باقاعدہ منصوبہ بندی سے شامل تھے۔(پروفیسر شاخت نے یہ مفروضہ بھی بہت زور سے بیان کیا ہے)۔[۲۵] جبکہ سند صحابی تک پہنچ چکی ہے اور صحابہ میں سے کسی کا بھی نام لینا کچھ مشکل نہ تھا۔کیونکہ الصحابہ کلھم عدول۔[۲۶]

۴۔"مالک عن نافع وعبد اللہ ابن دینار وزید بن اسلم کلھم عن عبد اللہ ابن عمر"۔[۲۷]

امام مالک نے تنہا عبد اللہ ابن دینار عن عبد اللہ ابن عمر[۲۸] اور زید بن اسلم عن عبد اللہ ابن عمر[۲۹] کی اسناد سے بھی احادیث نقل کی ہیں۔تو پھر اس سند میں ان تینوں کے نام لینے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی؟اگر نام اٹکل پچو سے جوڑے جاتے تھے تو کسی ایک کا نام ہی کافی تھا۔بلکہ یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ اس میں نافع کا نام نہ ڈالا جاتا۔کیوں کہ ایک تو اس واسطے میں دوراویان کے نام ڈال دیئے گئے تھے۔دوسرا نافع کا نام پہلے ہی اتنی زیادہ روایات میں ڈالا جا چکا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب من گھڑت اور اٹکل پچو نہیں ہے بلکہ پروفیسر شاخت کا یہ اعتراض من گھڑت ہے۔ محدثین جہاں سے اور جیسے کوئی روایت لیتے ہیں بعینہ اسے بغیر کسی تبدیلی کے بیان کرتے ہیں۔ جدید تحقیقات نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ یہ نام اٹکل پچو سے نہیں جوڑے گئے بلکہ ٹھوس تاریخی حقائق سے ان کے حقیقی راویان ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ جیسا کی Harald Motzki نے مصنف عبدالرزاق کے جائزے سے ثابت کیا ہے۔[۳۰]

"اسناد کس حد تک قابل اعتبار ہیں" اس پر بحث کرتے ہوئے وہ مصنف عبدالرزاق کا تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چند ایک مقامات پر راویوں کی معمولی عبارات کے سوا عبدالرزاق کو "مصنف" کا اصلی مولف سمجھنا چاہیے۔ اس کتاب کا زیادہ تر مواد تین راویوں معمر، ابن جریج اور ثوری سے منسوب ہے جو بالترتیب ۳۲ فی صد، ۲۹ فی صد اور ۲۰ فی صد ہے۔ ۴ فی صد ابن عیینہ اور باقی ۱۳ فی صد متون نوے مختلف لوگوں سے مروی ہے جن میں مشہور فقہاء ابو حنیفہ ۷۔۰ فی صد اور مالک ۶۔۰ فی صد شامل ہیں۔ فرض کریں عبدالرزاق نے یہ روایات غلط طور پر مندرجہ بالا چار بڑے راویوں معمر، ابن جریج، ثوری اور ابن عیینہ سے منسوب کی ہیں تو اس صورت میں ان چاروں سے مروی روایات کی تعداد قریب قریب برابر ہونی چاہیے تھی کیونکہ بقول شاخت اسناد میں مذکور یہ رواۃ اٹکل پچو سے جوڑے گئے تھے۔ جن اساتذہ سے ان رواۃ نے بیان کیا ہے ان کا تناسب بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ نام صحیح ہیں۔ موٹزکی نے سب کا تناسب فیصد میں نکال کر بیان کیا ہے۔[۳۱]

عبدالرزاق کی سوانح ان کے شیوخ سے مرویات کے تناسب کی تصدیق کرتی ہے۔ انھوں نے اٹھارہ برس کی عمر میں ابن جریج (۱۵۰ھ / ۷۶۷ء) کے دروس میں شرکت شروع کی۔[۳۲] معمر بن راشد (۱۵۳ھ / ۷۷۰ء) کو عبدالرزاق کا اہم ترین استاد شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بصرہ کے رہنے والے تھے جنہوں نے بعد میں عبدالرزاق کی جائے پیدائش صنعاء میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ وہ سات سے آٹھ برس (۱۴۵۔۱۵۳ھ) تک معمر بن راشد کے پاس علم حاصل کرتے رہے۔[۳۳] کوفہ کے سفیان ثوری (۱۶۱ھ / ۷۷۸ء) ۱۴۹ھ میں یمن[۳۴] اور مکہ کے سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ / ۸۱۴ء) بھی ۱۵۰ھ اور ۱۵۲ھ میں وہاں تھے[۳۵] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دوران عبدالرزاق نے اپنے ان شیوخ سے کسب فیض کیا ہوگا۔

یہ مختصر مضمون اتنی تفصیل کا متحمل نہیں ورنہ اگر مصنف عبدالرزاق کی طرح موطا کا بھی جائزہ لیا جائے تو ایسے ہی نتائج سامنے آئیں۔ تاہم مندرجہ بالا حقائق سے بخوبی عیاں ہے کہ پروفیسر شاخت کے فیملی اسناد پر اعتراض کی کوئی علمی بنیاد نہیں ہے وہ صرف اس شک کی بنا پر ایسا کہہ رہے ہیں کہ راویوں نے اپنی جعل سازی پر پردہ ڈالنے کے لیے ایسے نام اسناد میں شامل کیے ہیں حالانکہ یہ کوئی فرضی نام نہیں بلکہ تاریخی اور تحقیقی طور پر ثابت شدہ ہیں۔ نیز محدثین نے کسی بھی حدیث کو صرف فیملی اسناد کی وجہ سے قبول نہیں کیا بلکہ فیملی اسناد کو بھی تحقیق و تفتیش کے انہی مراحل سے گزرنا پڑا جن سے باقی اسناد گزری ہیں۔ جو محدثین کے قائم کردہ سند و متن کے انتہائی معیار پر پوری اتری صرف وہی صحیح ٹھہری۔ اس میں فیملی یا غیر فیملی کا کوئی پیمانہ اور معیار نہیں ہے۔ کتب اسماء الرجال میں ایسی کتنی ہی امثلہ موجود ہیں کہ محدثین نے فیملی اسناد کے ضعف کی وجہ سے کئی روایات کی تردید کی ہے۔

اگر محدثین کے نزدیک فیملی اسناد بغیر جرح و تنقید مقبول سمجھی جاتیں پھر تو پروفیسر شاخت کے اس اعتراض میں کوئی وزن

سمجھا جاسکتا تھا۔ لیکن جب فیملی اسناد کو کوئی استثناء یا برتری حاصل ہی نہیں تھی تو پھر آخر کیا وجہ تھی جو لوگ اپنی بات کو سچ باور کروانے کے لیے ایسی اسناد وضع کرنے لگے۔ پروفیسر شاخت اور ان کے ہم نواؤں کے پاس ان سوالات کے کوئی جوابات نہیں ہیں۔ ان پر یہ قول الٰہی ثابت آتا ہے: ﴿اِن یَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغنِی مِنَ الحَقِّ شَیئًا﴾[۳۶] یعنی ﴿وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور یقینا گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا﴾۔

حواشی و حوالہ جات

---

[1] Schacht, Joseph,The Origins of Muhammadan Jurisprudence, Oxford University press, 1953. p.170
[2] Juynboll, G.H.A, The Role of Mu'ammarun, Encyclopaedia of Islam,2nd ed. Leiden, Brill, 1960, p.285
[3] Studies on the Origins and Uses of Islamic Hadith, vii,P173
[4] The Origins of Muhammadan Jurisprudence, p.177
[5] Abbott Nabia, Studies in Arabic Literary Papyri II Quranic Commentery and Tradition, University of Chicago, 1964, p.37
[6] Studies in Arabic Literary Papyri II Quranic Commentery and Tradition,p39
[۷] تفصیل کے لئے دیکھئے: تقیید العلم از خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ)
[۸] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی. فتح الباری. ط: ۱۴۱۹ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، ۱/ ۲۰۸
[9] Studies in Arabic Literary Papyri II Quranic Commentery and Tradition, p17
[۱۰] خطیب بغدادی، ابی بکر احمد بن علی. الکفایۃ فی علم الروایۃ. ط: دار الکتب الحدیثۃ، القاہرۃ، ص ۱۹۳
[11] Azami,M,Mustafa, On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence, Sohail Academy, lahor P197
[12] The Origins of Muhammadan Jurisprudence, p.176
[۱۳] امام، مالک بن انس. موطأ روایۃ ابن القاسم. ملخص القابسی. ترجمہ و تحقیق: حافظ زبیر علی زئی. ط: ۲۰۱۴ء، مکتبہ اسلامیہ، ح:۱۹۵-۲۵۸
[14] The Origins of Muhammadan Jurisprudence, p.176,177
[۱۵] الذھبی، محمد بن احمد. سیر اعلام النبلاء. مرتب: شعیب الرناؤط. ط: ۱۹۸۵ء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ص ۴۹۸
[۱۶] الصفدی، خلیل. الوافی بالوفیات. ط: ۲۰۰۰ء، داراحیاء التراث العربی، ۲۱/ ۲۵
[۱۷] بخاری، محمد بن اسماعیل. التاریخ الکبیر. ط: ۱۹۴۱ء، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، ۴/ ۳۱۰
[۱۸] سیر اعلام النبلاء، ۸ / ۱۳۰
[۱۹] التاریخ الکبیر، ۴/ ۳۱۰؛ ابن حبان. کتاب الثقات. ط: ۱۹۸۸ء، دار الفکر، بیروت، ۱/ ۴۵۹؛ السمعانی، عبد الکریم. الانساب. ط: ۱۹۶۲ء، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ۱/ ۲۸۲؛ ابن خلکان، احمد. وفیات الاعیان وانباء ابن الزمان. ط: ۱۹۷۷ء، دار صادر، بیروت، ۴/ ۱۳۵؛ ابن العماد، عبد الحیی. شذرات الذھب. ط: ۱۹۹۸ء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱/ ۴۶۵؛ مشاھیر علماء الامصار لابن حبان، ص ۱۴۰
[20] Robson, James, The Isnad in Muslim Tradition, Glasgow University Oriental Society, 15,1953, p.23
[۲۱] موطا امام مالک، ح:۲۶۲
[۲۲] أیضاً، ح:۲۶۳
[۲۳] أیضاً، ح:۲۶۴
[۲۴] أیضاً، ح:۱۶۵
[25] The Origins of Muhammadan Jurisprudence, p.163-175
[۲۶] شرح صحیح مسلم للنووی. باب فضائل الصحابۃ

---

[۲۷] موطا امام مالک، ح ۱٦۵

[۲۸] أیضاً، ح ۲۷۷

[۲۹] أیضاً، امام مالک، ح ۱٦۴

[30] The Origins of Islamic Jurisprudence Meccan Fiqah Before The Classical Schools, Translated by Marion H.katz, Brill, Leiden, 2002

[31] Motzki Harald, The Musnnaf of Abd al-Razzaq al-Sanani as a Source of Authentic Ahadith of The First Century A.H., Journal of Near Eastern Studies 60, Chicago,1991, pp.1-21

[۳۲] تہذیب التہذیب ٦/ ۳۱۱، ۳۱۲؛ الذھبی، محمد بن احمد. میزان الاعتدال. ط: ۱۹٦۲ء، دار المعرفۃ، بیروت، ۲/ ۱۲۸

[۳۳] کتاب الجرح والتعدیل، ۳/ ۳۸؛ الذھبی، محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱/ ۳٦۴؛ میزان الاعتدال، ۲/ ۱۲٦

[۳۴] تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۳۴٦؛ تہذیب التہذیب، ٦/ ۳۱۱

[۳۵] ابن سعد. طبقات الکبری. ط: ۱۹۹٦ء، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۵/ ۳٦۵

[۳٦] القرآن الکریم، سورۃ النجم، ۳۵ : ۲۸